

سوال ۳: درج ذیل خالی جگہیں درست الفاظ سے پُر کیجیے:

(الف) ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی..... رکھی ہے۔

(ب) گدلا پانی پودوں کے حق میں..... تھا۔

(ج) ڈاکٹر صاحب شاہی باغ کو حقیقت میں..... بنانا چاہتے تھے۔

(د) باغ کے داروغہ خود بھی بڑے کارگرز اور..... شخص ہیں۔

(ہ) ایک سال بارش بہت..... ہوئی۔

سوال ۴: درج ذیل اقتباسات کی تشریح کیجیے:

(الف) ”کام سے سچا لگاؤ تھا اور اسی میں اس کی جیت تھی۔“

(ب) ”اسے کیا معلوم تھا کہ قضا اس کے سر پر کھیل رہی ہے۔“

(ج) ”ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی صلاحیت رکھی ہے۔ اس

صلاحیت کو درجہ کمال تک پہنچانے میں ساری نیکی اور بڑائی ہے۔“

سوال ۵: دیے ہوئے لفظی اشاروں سے کہانی مکمل کیجیے:

شخص، پیٹ میں درد، جکیم، برداشت سے باہر، غذا، چیک کرنا، پوچھنا،

جلی ہوئی روٹی، آنکھیں، دوا، علاج، شرمندگی، آئندہ نتیجہ۔

سرگرمی

طلبہ شجرکاری کی اہمیت پر تقریری مقابلہ کریں۔

✽ خاکہ ایک سوانحی مضمون ہے جس میں کسی شخصیت کے اہم اور منفرد پہلو اس طرح اجاگر کیے جاتے ہیں کہ اس شخصیت کی جیتی جاگتی تصویر پڑھنے والے کے ذہن میں پیدا ہو جائے۔

ہدایات برائے اساتذہ:

(۱) ماحول کو آلودگی سے پاک رکھنے کے لیے شجرکاری کی اہمیت واضح کیجیے۔

(۲) خاکہ نگاری کی مذکورہ تعریف کی روشنی میں طلبہ کو اس خاکے کی خوبیاں سمجھائیے۔



قدرت اللہ شہاب

ولادت: ۱۹۱۷ء وفات: ۱۹۸۶ء

پاک و ہند کے ممتاز سرکاری افسر قدرت اللہ شہاب اردو کے مشہور ادیب، افسانہ نگار، صوفی اور دانش ور تھے۔ آپ کے والد کا نام محمد عبداللہ تھا۔ آپ نے آزاد کشمیر میں سیکریٹری جنرل اور جھنگ میں ڈپٹی کمشنر کے عہدوں پر کام کیا۔ آپ پاکستان کے گورنر جنرل غلام محمد، صدر اسکندر مرزا اور صدر محمد ایوب خان کے ساتھ بہ طور پرائیویٹ سیکریٹری رہے۔ ہالینڈ میں پاکستان کے سفیر بھی رہے۔ پاکستان کی ادبی تنظیم ”رائٹرز گلڈ“ کے بانی اور ”انجمن ترقی اردو“ پاکستان کے اعزازی صدر بھی رہے۔

”شہاب نامہ“ آپ کی ”آپ بیتی“ ہے، جس میں اپنے بچپن، جوانی اور بڑھاپے کا احوال بیان کیا ہے۔ قومی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے آپ کو ”ستارہ پاکستان“ کے تمغے سے نوازا۔ آپ کی دیگر تصنیفات میں ”یا خدا، نفسانے، ماں جی اور سرخ فیتہ“ مقبول کتابیں ہیں۔



جب مریضوں کا ہجوم ختم ہو گیا، تو ڈاکٹر صاحب بڑی خیر سگالی سے میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے نہایت سنجیدگی سے اپنی تکلیف بیان کی۔

”ڈاکٹر صاحب!“ میں نے کہا: ”میرے دماغ میں کچھ خلل واقع ہو گیا ہے۔ مجھے بیٹھے بیٹھے وہم ہونے لگتا ہے کہ میں ضلع جھنگ کا ڈپٹی کمشنر لگ گیا ہوں۔“

ڈاکٹر صاحب نے بڑی پھرتی سے اپنی ٹانگیں کرسی سے نیچے اتار لیں اور عینک کے خول کے اوپر سے مجھے بڑے غور سے گھورا۔ جب انھیں اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ میری تراش خراش اور وضع قطع میں ڈپٹی کمشنر کی کوئی علامت موجود نہیں ہے، تو وہ پھر کرسی پر اُکڑوں بیٹھ گئے اور ایک کاغذ گھٹنے پر رکھ کے غالباً نسخہ لکھنے میں مشغول ہو گئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وقت انھیں مہلت دیتا تو وہ میرے لیے بد ہضمی کا علاج تجویز فرماتے۔ لیکن عین اس وقت گاؤں کے نمبردار نے وہاں پہنچ کر میرے جُنون کا راز فاش کر دیا۔

ڈاکٹر صاحب بے تحاشا بھاگ کر اپنے کوارٹر میں گئے اور کچھ دیر کے بعد بنیان کے اوپر شیروانی پہنے اور ہاتھ میں اسٹیتھو سکوپ لے کر برآمد ہوئے۔ اب انھوں نے خالص افسرانہ انداز میں میری تشریف آوری پر اپنی خوش نودی کا اظہار فرمایا اور مجھے اسپتال کا معائنہ کرنے کی دعوت دی۔ میں نے بھی بڑی وضع داری سے ڈپنسری کا معائنہ کیا، جس میں ٹنکچر آئیوڈین، سوڈا بائی کارب، ایسپرین اور بڑی بڑی بوتلوں میں کئی دن کے باسی پانی کے علاوہ اور کوئی دوائی موجود نہ تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ڈسٹرکٹ بورڈ میں اسپتال کا بجٹ تو باقاعدگی کے ساتھ سال کے شروع میں منظور ہو جاتا ہے۔ لیکن دوائیوں کا اسٹاک اکثر سال کے اخیر میں یا بعض اوقات اگلے سال

موصول ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو یقین تھا کہ اس تاخیر کا اسپتال کی ہر دل عزیزی یا افادیت پر ہرگز کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا تھا۔ کیوں کہ دوائیاں موجود ہوں یا نہ ہوں، مریض بہر حال آتے ہی رہتے تھے اور پھر ڈاکٹر صاحب نے اپنے رجسٹر کے اعداد و شمار سے مجھے یہ خوش خبری بھی سنائی کہ متواتر کئی برس سے مریضوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اس مقام پر پورے نو برس سے مسیحائی فرما رہے تھے۔ انھیں فخر تھا کہ اس دوران ملیریا کے مریضوں میں ۵۷ فی صد، پچیش کے مریضوں میں ۵۰ فی صد اور خارش کے امراض میں ۴۵ فی صد کا اضافہ ہو گیا تھا۔ ڈپنسری کا آخری معائنہ ۱۹۳۱ء میں ہوا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے مجھے اسپتال کا ”ان ڈور وارڈ“ بھی دکھایا، جس میں غالباً ان کی بھینس باندھی جاتی تھی، کیوں کہ ایک کونے میں تازہ گوبر کے نشان تھے، جنھیں ابھی ابھی صاف کیا گیا تھا۔

معائنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مجھے وزیٹرز بک پیش کی کہ میں اس میں اپنی رائے کا اظہار کروں۔ میں نے فی البدیہہ عرض کیا:

”دنیاے طب میں یہ اسپتال سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں پر دوائیوں کی جگہ نسخوں سے علاج کیا جاتا ہے اور مریضوں کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے۔ اسپتال میں داخل ہونے والے مریضوں کے لیے بھینس کے خالص دودھ کا خاطر خواہ انتظام ہے، کیوں کہ وارڈ میں بھینس باندھنے کا بھی اچھا بندوبست ہے۔ گوبر بھی وقت پر اٹھایا جاتا ہے اور

لکھیوں کی آمد و رفت پر کوئی خاص پابندی عائد نہیں ہے۔“

چند ماہ بعد جب میں دوبارہ اسی ڈپنسری کو دیکھنے گیا، تو وارڈ میں ڈاکٹر صاحب کی بھینس تو بہ دستور بندھی ہوئی تھی، لیکن وزیٹرز بک کے جس ورق پر میرے پہلے معائنے کی رائے درج تھی، وہ غائب تھا۔

(ماخوذ از: ”شہاب نامہ“)



سوال ۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

- (الف) چوکی دار نے ڈاک بنگلے کی چھت غائب ہونے کی کیا وجہ بیان کی؟
- (ب) مُصَنَّف نے دیہات میں گھومنے کے شوق کی کیا وجہ بیان کی ہے؟
- (ج) مُصَنَّف کو گاؤں میں جو اصطبل نظر آیا، وہ دراصل کیا تھا؟
- (د) مُصَنَّف نے اسپتال کے ”انڈوروارڈ“ کو کیسا پایا تھا؟
- (ه) گاؤں کے نمبردار کے بتانے پر ڈاکٹر صاحب کا کیا ردِ عمل تھا؟
- (و) ڈاکٹر صاحب کس حلیے میں مریضوں کا معائنہ کر رہے تھے؟

سوال ۲: درج ذیل الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

خندہ پیشانی — حکمت — دُور اُفتادہ — سُرعت
خوشنودی — فی البدیہہ

سوال ۳: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(الف) ڈاک بنگلے کی رعایت سے یاد آگئی:

(۱) ایک ڈپنسری (۲) ایک عمارت

(۳) ایک مسجد (۴) ایک گاڑی

(ب) مُصَنَّف کی وضع قطع میں کوئی علامت موجود نہیں تھی:

(۱) ڈپٹی کمشنر کی (۲) ڈپٹی ڈائریکٹر کی

(۳) ڈپٹی سیکریٹری کی (۴) ڈپٹی کنٹرولر کی

(ج) آنکھ سب کچھ دیکھتی ہے:

(۱) پتھر کی (۲) انسان کی

(۳) حیوان کی (۴) فرشتے کی

(د) جو اصطبل نظر آیا وہ دراصل تھا:

(۱) ڈاک بنگلا (۲) ڈاک خانہ

(۳) اسپتال (۴) عجائب گھر

(ه) ڈپنسری کا آخری معائنہ ہوا تھا:

(۱) ۱۹۳۰ء میں (۲) ۱۹۳۱ء میں

(۳) ۱۹۳۲ء میں (۴) ۱۹۳۳ء میں

سوال ۴: درست الفاظ لکھ کر خالی جگہیں پُر کیجیے:

(الف) ڈاکٹر صاحب دھوٹی اور بنیان پہنے کرسی پر..... بیٹھے تھے۔

(ب) مریض اپنی..... کے مطابق اپنے مرض کی خود تشخیص کرتا تھا۔

(ج) غالباً یہ نسخہ..... کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

(د) مجھے وہم ہونے لگتا ہے کہ میں ضلع..... کا ڈپٹی کمشنر لگ گیا ہوں۔

(ه) ڈاکٹر صاحب پورے..... برس سے مسیحا ئی فرما رہے تھے۔